ازبکستان میں دینی بیداری

وسطی ایشیا کی نوآزاد ریاستوں میں دینی تعلیم و تبلیغ کی جس قدر ضرورت ہے، اس سے کسی کو انکار نہیں۔ مذہبی جذبات کی موجودگی اور "لادینیت" کی ناکامی نے مسلم شناخت کے اِن علاقوں میں جو صورت حال پیدا کر دی ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے مسیحی مشنری اپنے بے پایاں وسائل اور پروپیگنڈے کی قوت کے ساتھ میدان عمل میں آ چکے ہیں اور ساتھ ساتھ "عیسائی" اور "قادیانی" بھی پہنچ رہے ہیں۔

عوامی سطح پر اسلام کی جو تڑپ ہے، اس کا اظہار مساجد کی تعمیر و مرمت، ان میں نمازیوں کی طویل صفوں اور مکاتب و مدارس کی تعمیر نو سے ہوتا ہے۔ عوام کے تمام طبقے اسلام کے حقیقی احیاء کی خواہش رکھتے ہیں تاہم اِن نوآزاد ریاستوں کے حکمران اِس حد تک اسلام کی خدمت کے لیے تیار ہیں جو اُنہیں اقتدار پر براجمان رکھنے میں مددگار ہو اور سیکولرزم کے لیے کوئی خطرہ نہ بن سکے، اس سے آگے جانے کے لیے وہ تیار نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اُن کی یہ مجبوری بھی ہے کہ عوام کے دینی جذبات کی تسکین ہو سکے مگر ان نوآزاد ریاستوں کے پاس نہ تو اتنے فنڈز ہیں کہ ضرورت کے مطابق مساجد تعمیر ہو جائیں، مکاتب کھل جائیں، دینی لٹریچر مہیا ہو جائے اور دینی تقریبات بھرپور طریقے سے انجام پانے لگیں۔ اس لیے دینی مقاصد کے لیے بیرونی سرمایے یا امداد پر نوآزاد ریاستوں کے حکمرانوں کو کوئی اعتراض نہیں جب کہ یہ سب کچھ اُن کی اچھی اور بہتر ساکھ بنانے میں ممد و معاون بھی ہے۔

یوں تو وسطی ایشیا کے ان علاقوں میں مختلف افراد اور جماعتوں نے اسلامی تبلیغ و تلقین کے حوالے سے آنا جانا اُس وقت شروع کر دیا تھا جب مذہب کی مخالفت میں ذرا کمی آ گئی تھی اور سابق سوویت یونین کو اپنا Image بہتر بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی تھی، تاہم سوویت یونین کے باضابطہ خاتمے کے بعد تلقین و تبلیغ کے حوالے سے علمائے کرام نے اِن علاقوں کی جانب بالخصوص توجہ دی ہے۔ اُنہوں نے براہ راست معلومات حاصل کرنے کے لیے اِن علاقوں کے دورے کیے ہیں اور حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں بعض اقدامات بھی کیے ہیں۔ دینی مدارس اور جماعتوں کی طرف سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد میں آئے دن وسطی ایشیا کے "زائرین" کے تاثراتِ سفر شائع ہوتے

رہتے ہیں۔

۱۲ مارچ ۱۹۹۲ء کو "پاکستان انٹر نیشنل ایر لائنز" نے اسلام آباد - تاشقند سروس کا آغاز کیا۔ اولین پرواز کے مسافروں میں سابق قومی اسمبلی کے رکن اور صوبہ سرحد کے ایک عالم مولانا محمد حسن جان بھی شامل تھے۔ ازبکستان کے تین روزہ قیام میں اُن کی سرگرمیوں میں سرکاری تقریبات میں شرکت کے ساتھ ساتھ مساجد و مدارس میں حاضری اور مقامی اہل علم سے ملاقات بھی شامل تھی۔ اُنہوں نے تاشقند شہر کے نئے حصے میں ا "ایک اسلامی مدرسہ دیکھا — جو پہلے بند رہا تھا، اب کھول دیا گیا ہے۔ اس میں ایک جامع مسجد ہے — اب دوبارہ اس کی مرمت اور تزئین و آرائش ہوگئی ہے۔"

نماز جمعہ اُنہوں نے تاشقند کے پرانے شہر کی جامع طلائی میں پڑھی۔ جامع طلائی کے خطیب الاستاد عبدالشکور مسجد میں قائم مدرسہ تحفیظ القرآن کے استاد بھی ہیں، اُنہوں نے مولانا حسن جان کو بتایا کہ لوگ اسلام سے دلچسپی لینے لگے ہیں اور خود مولانا حسن جان کے مشاہدے کے مطابق نمازِ جمعہ میں "نمازیوں کا بڑا مجمع تھا" اور "سڑکوں تک لوگ نماز میں مصروف" تھے۔

مولانا محمد حسن جان تاشقند سے ۵۷۵ کلو میٹر کا سفر کر کے بخارا گئے جہاں ۱۱۲۴ھ میں تعمیر ہونے والی جامع مسجد امیر بخارا کی دور دور تک شہرت ہے۔ یہ نقش و نگار کا حسین مرقع ہے۔ پہلے یہ مسجد بھی دوسری مساجد کی طرح بند تھی مگر اب اس میں باقاعدہ نماز شروع ہوگئی ہے۔ بخارا میں ایک بزرگ شیخ عبداللہ یمنی نے ایک مدرسہ بنوایا تھا جو "مدرسہ میر عرب" کے نام سے تاریخ کے صفحات میں جگہ پا چکا ہے۔ اِس وقت "مدرسہ میں تقریباً چار سو طالب علم، روس کی مختلف ریاستوں کے مسلمان زیر تعلیم ہیں اور ۲۵ استاد ہیں — مدرسہ کے بالمقابل ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے جہاں پہلے جمعۃ المبارک کی نماز میں تیس چالیس تک آدمی ہوتے تھے اور اب ہر جمعہ میں تین چار ہزار تک مسلمان جمع ہو جاتے ہیں۔ "بخارا کی اسی فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ اس میں کچھ تعداد اہل تشیع کی ہے جن کا مدرسہ نادر بیگ کام کر رہا ہے۔ اس کے صدر دروازے پر منقش تصاویر ہیں۔

مولانا محمد حسن جان کو "قصر عارفانہ" (یہ قصبہ نقشبندی سلسلے کے بانی خواجہ بہاءالدین نقشبند کے مزار کی وجہ سے معروف ہے۔) کی جامع مسجد کے خطیب نے بتایا کہ "ابتدائی کمیونسٹ دور میں علماء اور دین دار لوگوں کو بے پناہ سختیوں کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ نکاح، نماز جنازہ اور قرآن کی تلاوت پر پابندی عائد کر دی گئی تھی مگر "مسلمان رات کے وقت اور چھپ کر دینی رسوم ادا کرتے تھے۔ گھروں کے دروازوں پر پہرے دار کھڑا کیا کرتے تھے اور رات نصف شب کو گھروں کے اندر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر اسٹالن کے دور میں نکاح اور نماز جنازہ پر سے پابندی اٹھائی گئی، پھر خروشیف نے بھی کچھ آزادی دے دی مگر دین اور قرآن مجید کی تعلیم پر مکمل پابندی رہی مگر اس کے باوجود علمائے کرام نے ہمت نہیں ہاری اور گھروں میں رات کے وقت قرآن مجید اور دینی تعلیمات پڑھانے کے لیے

جایا کرتے تھے۔ الحمد للہ اب مساجد اور مدارس کھلنے لگے ہیں اور اُن کی مرمت شروع ہو گئی ہے۔"

"جمعیت القرآن" (کراچی) اور صدیقی ٹرسٹ (کراچی) بھی وسطی ایشیا کی نو آزاد ریاستوں میں تبلیغی سرگرمیوں میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ تبلیغی کاموں میں اِن دونوں اداروں کے درمیان قریبی تعاون ہے۔ گزشتہ سال جولائی میں "جمعیت القرآن" کے ایک وفد نے ازبکستان کا دورہ کیا۔ وفد کے قائد نے اپنے تاثرات میں بتایا ہے کہ [2] "ان ریاستوں کے لوگ بڑے سادہ، نیک اور غیرت مند ہیں۔ دین سے اُن کا بڑا گہرا لگاؤ ہے۔ وہ نہ صرف کلمہ گو ہیں بلکہ حافظِ قرآن ہیں، بہترین قاری ہیں اور دین کے جاننے کے لیے بے چین اور مضطرب ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد دینِ اسلام سیکھ لیں اور اِس پر عمل پیرا ہو جائیں ———"

جب وفد کے ارکان نے دینی لٹریچر تقسیم کیا تو "وہاں کے لوگوں کا یہ عالم تھا کہ جیسے اُنہیں دنیا کی بہت بڑی نعمت مل گئی ہو۔" وہ انہیں "فروٹ اور کھانا اس طرح تحفتہً" دیتے تھے جو بیان سے باہر ہے۔ "جمعیت القرآن" کا وفد دوبارہ اکتوبر ۱۹۹۲ء میں ازبکستان گیا اور اپنے کام کو آگے بڑھانے کے لیے کوشاں رہا۔ وفد کے تاثرات حسبِ سابق دعوت و تبلیغ کے حوالے سے حوصلہ افزا صورتِ حال کی عکاسی کرتے ہیں۔

یوں تو وسطی ایشیا کے سب ہی علاقے مسلمانوں کے لیے جذباتی کشش رکھتے ہیں مگر اِن میں سمرقند و بخارا کی سرزمین بالخصوص تاریخی حوالے سے اہمیت کی حامل ہے۔ اس پر مستزاد ہوائی رابطوں نے اِن علاقوں میں پہنچنا آسان تر کر دیا ہے چنانچہ پاکستان کے اکثر سیاح ازبکستان جا رہے ہیں اور بالخصوص وادیِ فرغانہ کے مسلمانوں اور اُن کے اداروں کو قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ مذکورہ بالا تاثرات کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہیں کہ وسطی ایشیا میں تبلیغ و دعوت کے حوالے سے، جہاں مدارس و مکاتب اور مساجد کو فعّال کرنے کی ضرورت ہے، وہیں ان کی فعالیت قائم رکھنے کے لیے مناسب دینی لٹریچر کی بھی ضرورت ہے۔ الحمد للہ اس حوالے سے پاکستان کے بعض اداروں نے پیش رفت کی ہے۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے سرکاری سطح پر وسطی ایشیا سے آنے والے ائمہ و طلباء کی تربیّت کا اہتمام کیا ہے۔ اس کے ساتھ مفتی محمد کفایت اللہ کی "تعلیم الاسلام" کو ازبکی زبان میں منتقل کیا ہے۔ اس سلسلے کا پہلا حصہ ازبکی میں شائع ہو چکا ہے۔ صدیقی ٹرسٹ (کراچی) نے ازبکی ترجمے کے ساتھ قرآن مجید اور "تعلیم الاسلام" شائع کی ہے۔ ازبکی زبان سکھانے کے لیے بھی ایک دو کتابیں شائع کی گئی ہیں۔ روسی زبان میں "نماز کی کتاب" اور "سورۃ یٰسین و سورۃ ملک" شائع کر کے تقسیم کی گئی ہیں۔

۱۔ مولانا محمد حسن جان کے تاثراتِ سفر کے لیے دیکھیے: ماہنامہ "الحق" (اکوڑہ خٹک)، جولائی ۱۹۹۲ء